انوار شریعت
سُنّی دارالاشاعت
علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ
فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

(ہزاروں مسائل کی معلومات کا خزینہ)

جامع الفتاویٰ

حصہ اوّل — تا — ہشتم

از

- افادات مجدد اسلام شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ
- حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ
- صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ
- مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

۸۰/-

الناشر

سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور

بار اول ——— سنہ ۱۹۷۰ء سنہ ۱۳۹۰ھ
تعداد ——— ایک ہزار
ناشر ——— سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور
مطبوعہ ——— دین محمدی پریس لاہور
کتابت ——— غلام سرور قادری رضوی
قیمت ——— سفید کاغذ ۱۲ روپے۔ نیوز پیپر ۱۰ روپے

کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی اگر شہوت نہ ہونے کا یقین ہو جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا توحرام ہے۔ در مختار میں ہے والا فحرام۔ شامی میں ہے ان کان عن شهوة حرام یہ حکم کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے۔ اس کی نسبت صاحب در مختار نے فرمایا کہ یہ حکم سلف صالحین کے زمانہ کا ہے جو عہد تقویٰ اور دینداری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو بے ضرورت دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں۔ اب مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ واضح ہوچکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے۔ تو اس سے بھی پردہ لازم ہے۔ اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گنا ہگار رہے۔ اور عورتوں کو اسکے سامنے آنا جائز نہیں۔ البتہ اگر پیر صاحب صلاح وتقویٰ اور شیخ فانی ہو جوانی کی امنگیں مرچکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو تو عورتیں اسکے سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے آسکتی ہیں۔ جیساکہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اور ردالمحتار میں ہے ولهذا ان نصافح الشيوخ في شفاء من الكرمين العجوز شهوتهما والشيخ الذي لا يجامع مثله بمنزلة المحارم زید کا قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں؟ نہایت قبیح اور سخت شنیع ہے۔ اس سے اصحاب زہد و ورع پر بے ایمانی کا الزام دیا جاتا ہے۔ اور بے ایمان کا فر ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ زید اپنے اس نالائق کلمہ سے توبہ کرے ؛ ہر ایک پیر جو جوان ہو۔ خواہ صالح متقی ہو اسکو مریدہ سے پردہ لازم ہے۔ پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کردیتی۔ البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی جذبات نہ رہے۔ اور نفسانی امنگوں سے خالی ہو گیا۔ اگر وہ صالح ہو تو عورتیں اس طرح اس کے سامنے آسکتی ہیں جسطرح اپنے محرم کے سامنے۔ خواہ پیر ہو یا نہ ہو ؛

مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت فرمائے۔ اور ہمیں سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ سیدالانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین ؛

فتویٰ

سوال :- (۱) آیات ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورۂ سبا کی آیت (۲۹) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا سے فرما دیجئے کیونکہ قرآن شریف اور آنحضرت (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تمام دنیا کے انسانوں اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل ہوئے ہیں۔ تو آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی :- لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

يُغْتَدُوْنَ ۵ (سورۃ سجدہ آیت ۴) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۵ (سورۃ یٰسٓ آیت ۶)!

(۲) نمازیں جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں ان میں کونسی ایسی برکت و رحمت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں موجود تھی اور آنحضرت (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے اب تک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے؟

(۳) نبی۔ رسول کی جامع تعریف اور ان کا فرق بتایئے؟

(۴) دیگر انبیاء علیہما السلام کی امتوں پر بروئے قرآن شریف کیا کیا فضیلت و انعامات خاص امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔؟

الجواب بعون الكريم الوهاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱) آیات مذکورہ میں اصلاً اختلاف نہیں۔ نہ آیتِ سورۂ سجدہ یا سورۂ یٰسٓ سے کسی قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔

اولاً اس لئے کہ ثبوت شے نفی ماعدا کی دلیل نہیں ہوتا۔ تو کسی قوم کے لئے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کے نذیر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ رئیس نہیں ہیں۔ ورنہ خصوصیت کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا۔ یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیں دار ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں۔ یا کسی استاد سے کہا جائے کہ یہ لڑکا آپ کی شاگردگی میں اس لئے دیا گیا کہ آپ اسکے اخلاق کی درستی کریں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہو سکتا آپ اسکے سوا اور کسی لڑکے کے استاد ہی نہیں۔ ایسا سمجھنا سراسر جہل و نادانی ہے۔

قرآن پاک کی آیات خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقع بعض افراد کا ذکر کرنا منافی و منافی عموم نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالےٰ ہر شے کا خالق ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں مخالفت ہے۔ اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اسکے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالےٰ خالق نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ ایک آیت میں ارشاد ہوا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے لوگو تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اس سے اسکی زوجہ کو پیدا کیا۔ کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی

چیز کا نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر صرف ایک قوم کے لئے نذیر ہونے کا ذکر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں نذیر نہ ہونے کی دلیل نہ ہو سکتا۔ چہ جائیکہ سورۂ سبا کی آیت میں ارسالِ عام کا صاف وصریح ذکر موجود ہے۔ پھر شبہ کا کیا محل۔ علاوہ بریں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ وَلِتَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا وغیرہا من الآیات۔

ثانیاً سائل کا یہ قول کہ آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی۔ یہ سوال ایک غلط دعوے پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں کی گئی کہ حضور صرف اسی قوم کے تھے۔ یا خاص اسی قوم کے لئے نذیر بنائے گئے۔ اس معنے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآنِ پاک پر افترا ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا لتنذر الا قوماً ماأتٰھم جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکر خاص تخصیص عام نہیں ہوتا۔ اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ ... کا باپ نہیں۔ خاص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا۔ یا صرف بکر کا باپ ہے۔ تو تخصیص ہوتی۔ آیت میں ایسا کہاں ہے۔

ثالثاً آیات سورۂ سجدہ و سورۂ یٰسین میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر جلالین۔ جمل میں قوماً کی تفسیر میں فرمایا ای العرب وغیرھم۔ اس تفسیر پر سارے ہی عرب و عجم مراد ہیں۔ تو خصوص بھی ندارد۔ چہ جائیکہ تخصیص ارسال۔

۲۔ سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل و علم سے بہت ہی دور ہے۔ اوّل تو مشبہ بہ میں حقیقۃً وجہ شبہ کی کثرت و قوت ضرور نہیں۔ شہرت کافی ہے کما لایخفی اھل العلم اعتراض تو بس ختم ہو گیا۔ لیکن اسکو سمجھے تو وہ جسکو علم سے کچھ واسطہ ہو۔ عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد و دہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور حاشیہ برداروں کو انعام دے۔ اسوقت اعیانِ دولت۔ اور وزرائے سلطنت عرض کریں۔ جیسا ان غلاموں پر کرم ہوا ہے ہم نیاز مندوں پر بھی نظر توجہ ہو۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ پانچ پانچ روپے کے ملازموں کو دس دس روپے انعام دیا گیا ہے۔ تو ان کی مثال پیش کر کے ہم بھی نظر عنایت کے امیدوار ہیں۔ ہمیں سات آٹھ روپے یا غایت یہ کہ ان کے برابر دس دس روپے انعام دے دیا جائے۔ ایسا کوئی انتہا درجہ کا بدعقل بیجے تو سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ تو یہی سمجھے گا جس طرح ان کے لئے جیسا انعام شایاں تھا وہ انہیں دیا۔ ایسے ہی ہمارے لئے تیرے کرم سے جو شایاں ہو وہ ہمیں عنایت فرما۔ تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ بردار فائق ہونگے یا وزراء و اعیان سلطنت۔ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا بعیدا بھونڈا لایعنی اعتراض نہ کرتا۔ دوئم: یہ بات کسقدر بعید از عقل بے ہودہ کہنا ہے کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے

ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی۔ رسی ہے اسکو حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وبارک وسلم کی عظمت شان معلوم ہو جاتی۔ اگر وہ عقل رکھتا۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور آپکی آل کے حق میں دعائے رحمت و برکت ہے۔ اور قرآن پاک میں پروردگار عالم نے اسکا حکم فرمایا۔ تو اگر پروردگار عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اسطرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اس محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود و سلام بھیجو تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول اور شرع میں مطلوب اور ان سے اظہار شان سید کون و مکان صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا منظور اور مسلمانوں کو اس محبوب اکرم کی محبت اور درود دعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا مد نظر۔ تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں۔ اور حضور کے حق میں رحمت و برکت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ وہ سب مقبول اور مرضی الٰہی کے مطابق۔ اور ہر مسلمان درود میں دعا یوں کرتا ہے کہ اے پروردگار حضور پر نور سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اور ان کی آل پاک پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسی تونے سیدنا حضرت ابراہیم اور انکی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں۔ تو اگر کوتاہ نظر معترض کے طور پر یہی فرض کر لیا جائے کہ ہر مسلمان حضور اور ان کی آل کے لئے اتنی ہی رحمت و برکت مانگتا ہے جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملی۔ اور ہر دعا مقبول ہے۔ تو حضور کو ہر ہر مسلمان کی ہر ہر دعا پر رحمتیں اور برکتیں ملتی ہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملیں اور قیامت تک بیشمار مسلمان یہ دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اور پھر ایک ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر مسلمان عمر بھر اپنے تمام فرائض و نوافل وغیرہ میں یہ دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ تو اب حضور کی رحمت و برکت کی کیا نیابت ہوئی! کریم کارساز کا مقصود یہی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو جتنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سلام ان کا ذکر کرکے حضور کے لئے ان سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے۔ اور ان کی ہر دعا مقبول ہو۔ اور حضور کو ہر دعا کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور برکتیں دیجائیں۔ اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے کم عقلی پر افسوس جو اسکو نقصان سمجھ گیا۔

(۳) نبی وہ آزاد مرد ہیں جن کے پاس اللہ تعالے نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو رسول بشر ہی میں منحصر نہیں۔ ملائکہ سے بھی ہوتے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی امت کو دوسری امتوں پر بیشمار فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالے نے اس امت کو امت وسط فرمایا۔ دوسری امتوں کے حق میں ان کو شاہد کیا انکی قسمتوں کا فیصلہ ان کی شہادت پر رکھا۔ اور سب کا اجمال یہ خود اللہ تعالے نے اس امت مبارک کی مدح کی اور اسکو خیر امت فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا کَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ

اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ دوسری آیت میں ارشاد ہوا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

سوال:۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ۵ میں چھپا ہے۔ رسالہ بھی ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور جوتہ پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترکِ واجب کا الزام لگایا ہے۔ اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے۔ اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو حکم شرع معلوم ہو۔ اور گمراہی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اجر عطا کرے۔ آمین والسلام خاکسار محمد ظہور اختر ؏

الجواب:۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ میں نے رسالہ پیشوا نیز حسن نظامی صاحب کا جوتیوں والا مسئلہ دیکھا۔ اس مسئلہ میں انہوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور مسجد میں جوتیاں پہن کر نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو بہتر سمجھے اسکے ایمان میں شبہ کیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ عجب خود پسندی کی انتہا ہوگئی۔

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی:۔ تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتہ اتار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور اسکو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ بغیر تفصیل و تشریح کے جوتہ پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل و اولیٰ بھی ہو۔ تو اتنے امر کے لئے مسلمانانِ عالم کے ایک متحد طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہوگا آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے۔ اور جس حد تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آتے۔ ان میں ارتباط و اتحاد پیدا کرنے کے لئے کامل جد و جہد کی جائے۔ بجائے اسکے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ اور ان کے صدیوں کے معمول اور ان کے اکابر علماء و مشائخ۔ اولیاء و آئمہ اور بزرگ انہوں نے دیکھے ہیں ان سب معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے جو در حقیقت مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور حکم اسلام کی مخالفت ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ مگر حسن نظامی صاحب کو